٢٩٥٠٩
فمبلغ العلم فيه انه بشر وانه خير خلق الله كلهم
کتاب
CHECKED
آداب النبی صلی اللہ علیہ وسلم
CHECKED 1986
تالیف
جناب مولوی سید درویش محی الدین صاحب قادری
مطبوعہ تاج پریس حیدرآباد دکن

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ

آجکل ہندوستان سے بکثرت علمی رسائل شائع ہونے لگے ہیں جن میں مذہبی مضامین بڑے زور وشور سے نکلا کرتے ہیں مگر دیکھا جاتا ہے کہ بعض مذہبی مضامین انتہا درجہ کی بدمذہبی کا رنگ لیئے ہوئے ہوتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم مبارک کے ساتھ خلاف ادب معمولی برتاؤ۔ احادیث شریف کا سائنس سے مقابلہ۔ نصوص صریحیہ کا عقلی دلائل سے انکار اور خود آنحضرت پر طرح طرح کے اعتراض غرضکہ قسم قسم کی گمراہیاں انہیں دیکھی جاتی ہیں۔ یہ کوئی نئی بات نہیں اس سے پیشتر بھی اس قسم کے لوگ ہوئے ہیں اور اپنا اپنا رنگ دکھا چکے ہیں جنکی تردید میں اہل سنت والجماعت کی طرف سے کافی وشافی جوابات ادا ہو چکے۔ یہ سب ذخیرے کتابوں میں موجود ہیں کم علم لوگ جو محض انگریزی یا ادبی معلومات رکھتے ہیں یا معمولی نوشت وخواند جانتے ہیں موجودہ رسائل کے زوردار مضامین پر فریفتہ ہو کر معقولیت کے دھوکے میں جو دراصل انتہا درجہ کی نامعقولی ہے

اپنے کو گمراہ اور گستاخ بنا رہے ہیں۔ بنا براں میرا خیال ہوا کہ ایک مختصر رسالہ کے ذریعہ اُن نوجوانوں کے خیالات کی اصلاح کی جائے جو اُن رسائل کو دیکھ کر بھٹک رہے ہیں۔ میں اس میں آداب احترام حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان کروں گا کہ حق تعالےٰ نے صحابہؓ کو اس کے متعلق کیا تعلیم دی اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالےٰ عنہم کیا ادب احترام کرتے تھے اور عام مسلمانوں کو کیا ادب کرنا چاہیے آخر حصہ میں غیر مقلدوں کا مختصر حال اور اُن کا جواب تصنیف شیخ جلال کمی رحمۃ اللہ علیہ سے مجملاً تحریر کروں گا اور سب سے آخر میں چند نعتیہ غزلیں۔

آج اس کتاب کو شروع کرتا ہوں آج کا وہ مبارک روز ہے کہ آج ہی کی تاریخ شب میں پروردگار عالم نے اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ملک مخصوص حامل وحی حضرت جبرئیل علیہ السلام کو بھیجکر فرش زمین سے پورے اعزاز و احترام وکر و فر کے ساتھ عرش بریں پر طلب اور شرف وصال عطا فرمایا۔ جلوداری کے لیے صرف ملک مقرب امین وحی پر اکتفا نہیں کیا گیا بلکہ ہزارہا ایسی ہی نوری مخلوق ملک در فلک استقبال و جلوداری کے لئے استادہ تھی ارواح انبیاء سابقین بھی درجہ بدرجہ تمنائے صلوٰۃ وسلام میں محو تھے۔ کہیں روح اللہ تو کہیں کلیم اللہ کہیں ذبیح اللہ تو کہیں خلیل اللہ اور کہیں صفی اللہ خوش آمدید خوش آمدید فرما رہے تھے۔ دیگر علمائے امت کی بھی ازلی ارواح اُن کے سوا راہ در راہ معروف تسبیح و تحلیل تھیں یہ خدا کا حبیب سب نوری مخلوق سے ملتے ہوئے اور سب کے استقبال و خوش آمدید کا جواب دیتے ہوئے ارواح انبیاء کے سلام وکلام راز و اسرار اور سیر و تماشائے عالم افلاک کے ساتھ شور و آہنگ صلوٰۃ وسلام میں سدرۃ المنتہیٰ پہنچا جہاں ملک مقرب حضرت جبرئیل امین نے سر نیاز ٹیک دیا

اور عجز و الحاح کے ساتھ عرض کی کہ یہ میرے قرب و نیاز کا انتہائی مقام ہے اس سے زیادہ قربت و وصال حضرتؐ ہی کا کام ہے۔ براق برق رفتار بھی یہاں چھوٹ گیا۔ اس کے اوپر بجز اس محبوب مخصوص کے ازل سے آج تک کسی کی رسائی نہیں۔ سدرۃ المنتہیٰ کے پتہ پتہ ملائک کا جوش و خروش تحسین و آفرین حبذا اور مرحبا کا تھا اس جوش و خروش میں آپ عرش معلیٰ پر جلوہ افروز ہوئے۔ رب العزۃ سے ادن منی یا حبیبی کی بار بار صدائیں آنے لگیں اور آپ محل قرب و وصال میں بڑھتے گئے۔ یہاں تک کہ مقام قاب قوسین او ادنیٰ میں پہنچ گئے اور فاوحی الی عبدہٖ ما اوحی کے مزے آنے لگے۔ او ادنیٰ کی حقیقت کا اندازہ بجز محب و محبوب طالب و مطلوب کے اور کون کر سکتا ہے اتنا ضرور سمجھ میں آتا ہے کہ سب حجابات اٹھ گئے انتہائی قرب و وصال حاصل ہوا غرض کچھ طالب و مطلوب میں باقی نہ رہا۔ حضرت کلیم اللہ کی جانب سے مقام طور پر رب ارنی کی التجا اور رب العزۃ کی جانب سے لن ترانی کا جواب حضرت کلیم کے اشتیاق کو جس طرح بڑھا رہا تھا یہاں ادن منی کی پے در پے صدائیں اور محبوب کی خوش خرامی وہی لطف و مزہ دے رہی تھی اللہ اللہ شب وصال بھی کیسی مسرت کی شب ہوتی ہے اور وہ روز محب محبوب کے لئے کیسی خوشی کا روز ہوتا ہے جتنے شادیانے بجائے جائیں جتنی مبارکباد کہی جائیں جسقدر اظہار جوش مسرت کیجائے کم ہے آقا کی خوشی میں علیٰ حد مراتب مسرت و شادمانی منانا خاص و عام جملہ کا فرض ہے۔ اور علیٰ مراتب خلوص و نیاز فیضان انعام و اکرام کا بھی استحقاق ہوتا ہے۔ قربان اس نازنین حق پر جس نے ایسے مخصوص وقت پر بھی گنہگاران امت کی یاد فراموش نہ کی صلی اللہ علیہ وسلم۔

جہاں خود گوناگوں خلعتہائے محبوبانہ سے ممتاز و مفتخر ہوا وہاں گنہگاران امت کے لئے بھی عفو و غفران کے بے بہا وعدے لے لئے۔

بیشک آپ حبیب رب العالمین کے ساتھ ساتھ رحمت للعالمین بھی ہیں۔

ادھر اللہ سے واصل ادھر مخلوق کا شامل
مذاق اس برزخ کبریٰ میں ہے حرف مشدد کا

مختصر یہ کہ اس مبارک دن ۲۹ رجب المرجب ۱۳۴۹ھ کو میں نے یہ کتاب آغاز کیا ہے اور اس کا نام آداب النبی رکھا ہے حق تعالیٰ قبول و باتاثیر فرمائے۔ فقط

عاصی پر معاصی

درویش محی الدین عفی عنہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والعاقبۃ للمتقین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ سیدنا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین ؕ

اما بعد یہ ظاہر ہے کہ جسقدر کسی کی عزت وعظمت دلمیں ہوتی ہے اوسی قدر اوسکا ادب کیا جاتا ہے اسلئے حق تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم وتکریم کی تعلیم قرآن مجید میں فرمائی ہے چنانچہ ایک جگہ ارشاد ہوتا ہے وتعزروہ وتوقروہ یعنے حضرت کی تعظیم وتوقیر کیجائے اور دوسری جگہ تعظیم وتوقیر کرنے والوں کی تعریف اس طرح فرمائی ہے۔ فالذین اٰمنوا بہ وعزروہ ونصروہ واتبعوا النور الذی انزل معہ اولٰئک ھم المفلحون یعنے جو لوگ کہ ایمان لائے اور آپ کی تعظیم اور امداد کئے اور اتباع کئے اس نور کی جو آپکے ساتھ اوتارا گیا ہے وہی لوگ نجات پانے والے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نجات پانیوالوں میں یہ تمام صفات ہونگے۔ اور آنحضرت کی تعظیم وتکریم کرنا ان کی اولین صفت ہوگی۔

بغیر تعظیم و تکریم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نجات ناممکن ہے۔

مواہب لدنیہ کی روایت ہے کہ عُروہ نے قسم کھاکر کہا کہ میں نے اکثر بادشاہوں کے دربار دیکھے قیصر و کسریٰ و نجاشیوں کے دربار میں گیا ہوں مگر جس قدر تعظیم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب آپ کی کرتے ہیں کسی بادشاہ کی تعظیم کوئی کرتا ہو انظر نہیں آیا۔

زرقانی نے شرح مواہب میں لکھا ہے کہ حضرت عمرو ابن عاص فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ مجھے کسی سے محبت نہ تھی اور نہ کسی کی عظمت حضرت سے زیادہ میری نظر میں تھی تاہم میں نے حضرت کا روئے مبارک آنکھ بھر نہیں دیکھا یعنے ادباً آنکھ بھر کبھی نہ دیکھ سکا۔

مستدرک کی روایت ہے کہ عبد اللہ بن بریرا اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ جب ہم لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے تو آپ کی عظمت کے لحاظ سے کوئی شخص حضرت کے روبرو سر نہ اٹھاتا۔

براابن عازبؓ فرماتے ہیں کہ مجھے اگر کوئی بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کرنی ہوتی تو اوس کے لئے دو دو سال لگ جاتے آپ کی ہیبت ایسی تھی کہ سوال کے لئے جراءت نہ ہوتی تھی یعنے تعظیم و تکریم اختیاری کے علاوہ عظمت و ہیبت من جانب اللہ اسقدر تھی کہ صحابہ کو کسی بات کے لئے اکثر جراءت نہیں ہوتی تھی۔

اس قسم کی عظمت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک زمانہ تک مسلمانوں کے دلوں میں رہی مگر جیسا جیسا زمانہ بعید ہوتا گیا نور ایمان گھٹتا گیا کسی نے بڑے بھائی چھوٹے بھائی کی نسبت قایم کردی تو کوئی بشر مثلکم کا سودا پکانے لگا۔

اگر ایک جگہ آنحضرت نے حضرت عمرؓ کو راہ تواضع یا اخی فرمایا تو وہ دوسری جگہ

حضرت عمرؓ نے خود کو عبدہٗ و خادمہٗ بھی تو فرمایا ہے یعنی میں حضرت کا بندہ یعنی غلام اور خادم ہوں" ابوہریرہؓ کی روایت ہے کہ ایکبار آنحضرتؐ نے فرمایا کہ مجھے جس قدر ابوبکرؓ کا مال نفع دیا اسقدر کسی کا مال نفع نہیں دیا تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ رونے لگے اور عرض کرنے لگے کہ میں اور میرا مال آپ ہی کی ملک ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اکابر صحابہ کرام تک اپنے کو حضرت کا غلام و مملوک سمجھتے تھے اور خود حق تعالیٰ کی جناب میں حضرت کے ساتھ کسی کی نسبت برادری تو کجا نسبت پدری بھی پسند نہیں ارشاد ہوتا ہے ماکان محمدٌ ابا احدٍ من رجالکم "محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں" حالانکہ ازواج مطہرات کے لئے۔ وازواجہ امھاتھم "آپکے ازواج مطہرات انکی مائیں ہیں"۔ ارشاد ہوا ہے حضرت کے متعلق نسبت پدری کی نفی اس لئے ہوئی ہے کہ حالات قیامت کے متعلق یوم یفر المرء من اخیہ وامہ وابیہ" ارشاد ہوا ہے یعنی قیامت کے دن بھائی باپ ماں کوئی کام نہیں آئینگے سب بھاگتے پھرینگے اور آپ تو سب کو اپنے دامن رحمت میں لئے ہوئے شفاعت فرمائینگے اور ازواج مطہرہ کو امہات اسلئے کہا گیا ہے کہ حضرتؐ کے وصال مبارک کے بعد کوئی شخص عقد ثانی کا ارادہ نہ کرے۔ کیونکہ یہ بڑی بے ادبی ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے متعلق دیگر صحابہ سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم کو چاہیے کہ میرے بعد ابوبکر اور عمر کی اقتدا کریں۔ یہ روایت ترمذی اور مشکوٰۃ میں ہے۔

کسی صحابی نے حضرت کے روبرو بلند آواز سے بات کی اگرچہ ان کا ارادہ اس سے آپ کے احترام میں کسی قسم کی کمی کا نہ تھا تاہم پروردگار عالم کو ان کا یہ فعل قابل اصلاح

معلوم ہوا کہ بظاہر یہ حرکت خلاف ادب ہے ارشاد ہوا "لاترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی" یعنی حضرت کی آواز پر اپنی آواز بلند مت کرو۔

"ولاتجھروا لہ بالقول کجھر بعضکم لبعض"۔

اور آواز سے آپس میں ایک دوسرے سے جیسی گفتگو کرتے ہو حضرت کے روبرو اس طرح بلند آواز سے گفتگو مت کرو۔

"ان تحبط اعمالکم وانتم لا تشعرون"۔

اگر ایسی گستاخی ہوگی تو اندیشہ ہے کہ تمہارے اعمال خیر اکارت ہو جائیں اور تم کو اس کی خبر نہ ہو۔

حضرت کی ذات مبارک کمال درجہ حلیم و متواضع اور خلق عظیم سے آراستہ تھی اس لئے آپ ہر کس و ناکس کے ساتھ انتہائی تواضع و اخلاق کا برتاؤ فرماتے تھے مگر پروردگار عالم کو آپ کی عظمت احترام منظور ہے اس لئے تعلیم اور تنبیہ فرما رہا ہے کہ اگر آواز بلند ہوگی تو تمام اعمال حبط ہو جائینگے جب یہ آیت شریف نازل ہوئی تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حلف فرمایا کہ آئندہ سے اس طرح آہستہ گفتگو کرونگا جیسے کوئی راز مخفی کی بات کرتا ہے اور حضرت فاروق اعظم تو ایسی گفتگو فرماتے تھے کہ مخاطب کو دوبارہ پوچھنا پڑتا تھا۔ سائب ابن یزید کہتے ہیں کہ میں ایک بار مسجد نبوی میں کھڑا تھا کسی نے مجھے کنکری ماری دیکھا تو وہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ ان دونوں کو میرے پاس لے آؤ پھر آپ نے پوچھا کہ تم لوگ کہاں کے باشندے ہو۔ ان لوگوں نے کہا کہ ہم طائف کے باشندے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ تم نے مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں آواز بلند کی۔ اگر یہاں کے باشندے ہوتے تو مستحق تعزیر ہوتے۔

ثابت بن قیس تو گھر ہی میں بیٹھ گئے کہ میری آواز بلند ہے حضرت نے انہیں طلب فرمایا اور تسکین و تسلی دی۔

آج تک بھی مسجد شریف میں مودب لوگ بلند آواز سے گفتگو نہیں کرتے جب صرف بلند آواز سے گفتگو کرنے پر یہ تادیب ہے تو اور گستاخیوں کا کیا انجام ہوگا۔ جو لوگ اس ادب کے پابند ہو گئے اُن کے متعلق ارشاد ہوتا ہے اِنَّ الَّذِیْنَ یَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَھُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ امْتَحَنَ اللّٰہُ قُلُوْبَھُمْ لِلتَّقْوٰی لَھُمْ مَّغْفِرَۃٌ وَّاَجْرٌ عَظِیْمٌ۔

یعنی جو لوگ حضرت کے روبرو دبی آواز سے گفتگو کرتے ہیں اُن لوگوں کا حق تعالیٰ نے تقویٰ کے لئے امتحان کر لیا ہے۔ اُن کے لئے مغفرت اور اجر عظیم ہے۔ دیکھئے مودبوں کے لئے کیا اکرام و عنایات ہیں۔

سرمایہ ادب بکف آور کہ این متاع
آنرا کہ ہست فیض ابد آیدش بدست

حضرت کے زمانہ مبارک میں بعض لوگ ایسے بھی تھے کہ جب آپ حجرہ شریف میں تشریف رکھتے تو برآمدی کا انتظار نہ کرکے باہر سے آپ کو پکارنا شروع کرتے تھے چونکہ یہ حرکت بھی ایک بے باکانہ تھی اس لئے یہ آیۃ کریمہ نازل ہوئی۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یُنَادُوْنَکَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَکْثَرُھُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ وَلَوْ اَنَّھُمْ صَبَرُوْا حَتّٰی تَخْرُجَ اِلَیْھِمْ لَکَانَ خَیْرًا لَّھُمْ وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ

اس آیۃ شریف میں تفصیل سے ارشاد ہوا ہے کہ وہ لوگ عقل ہی نہیں رکھتے جو آپ کو حجرہ شریف کے پیچھے سے پکارا کرتے ہیں اگر وہ آپ کے برآمدی کا انتظار کریں تو

بہتر ہے اللہ غفور و رحیم ہے۔ بہرحال پروردگار عالم کو امت کے لیئے تعلیم ادب ہر نوع
منظور ہے۔ اس کے بعد بھی جو اس نعمت عظمیٰ سے محروم رہا اُس کی شقاوت ہے
بعض لوگ حضرت کو نام یا کنیت سے پکارا کرتے تھے جس طرح کہ آپس میں ایک
دوسرے کو پکارا کرتے ہیں۔ یہ برتاؤ بھی خدائے تعالیٰ کو پسند نہ آیا۔ ارشاد ہوا کہ
ولا تجعلوا دعاء الرسول بینکم کدعاء بعضکم بعضاً۔ یعنی آپس میں
جس طرح ایک دوسرے کو سادہ بانہ طریقہ سے پکارتے ہو حضرت کو اسطرح مت پکارو۔
اور حق تعالیٰ خود قرآن مجید میں جہاں آپ کو مخاطب فرمایا ہے محض نام یا کنیت
سے مخاطب نہیں فرمایا ہے بلکہ جہاں آپ کا نام مبارک آیا ہے وہاں آپ کے اوصاف
بھی لفظاً ذکر فرمائے گئے ہیں جیسے کہ محمد رسول اللہ وغیرہ ورنہ اکثر یا ایہا
الرسول۔ یا ایہا النبی۔ طٰہٰ و یٰسٓ وغیرہ سے خطاب کیا ہے۔ غرض کہ حق تعالیٰ کو
مخاطبت میں آپ کی تعظیم خود منظور ہے تو بندوں کا برتاؤ بلا تعظیم کسطرح پسند آئیگا
اور ایک جگہ اس سے بھی زیادہ لحاظ رکھا گیا ہے وہ یہ ہے کہ اکثر یہود حضرت کو گفتگو
میں اپنی طرف متوجہ کرنے کے لیئے راعنا کہا کرتے تھے۔ صحابہ کرام نے سمجھا کہ یہ
کوئی عمدہ لفظ ہے اور یہی شروع کر دیا مگر لغت یہود میں یہ لفظ دشنام کے محل میں
بھی مستعمل ہوتا تھا۔ آیت شریف نازل ہوئی۔

یا ایہا الذین اٰمنوا لا تقولوا راعنا وقولوا انظرنا۔ یعنی لفظ راعنا
کا استعمال مت کرو بلکہ لفظ انظرنا کہا کرو۔ پھر تو صحابہ کا یہ حال ہوا کہ جو شخص
راعنا کہتا اوسکو واجب القتل سمجھتے تھے حتی کہ یہود نے بھی اس لفظ کا استعمال ترک کر دیا
اب ملاحظہ فرمائیے کہ جس لفظ سے اشتباہ توہین کا ہو یا جو کنایتاً توہین کرتا ہو وہ

واجب القتل سمجھا جارہا ہے جو لوگ صرف خفا اور خفیف الفاظ میں گستاخی اور حملہ کرنے والے ہوں اونکا کیا حشر ہوگا
اگرچہ صحابہ نے اس لفظ کو نیک نیتی سے استعمال کیا تھا مگر چونکہ اس لفظ میں
ایک پہلو مذموم بھی نکل سکتا تھا اس لئے نیک نیتی سے بھی استعمال ایسے الفاظ
مشتبہ المعنی کا ممنوع قرار دیا گیا تاکہ خالص عظمت و بزرگی حضرت کی دلوں میں راسخ ہو
اور آداب اخلاص کی صحیح تعلیم ہو سکے جو لوگ کھانے کی دعوت پر حضرت کے دولت خانہ
مبارک پر حاضر ہوتے اونکو حکم ہوا کہ۔ لا تدخلوا البیوت النبی الا ان یؤذن لکم الی
طعام غیر ناظرین اناہ ولکن اذا دعیتم فادخلوا واذا طعمتم فانتشروا
یعنی بغیر حکم کے دولت خانہ مبارک میں داخل نہ ہو اور جب بلائیں تو حاضر ہوجاؤ
اور جب کھانے سے فارغ ہوچکے تو چلے جاؤ یعنی ٹھہرے ہوئے مت رہو تاکہ آپ پر
شاق نہ گزرے۔ یہ آیت شریفہ اسوقت نازل ہوی کہ ایک مرتبہ صحابہ کرام کھانے کے
بعد تھوڑی دیر دولت خانہ مبارک میں ٹھہر گئے جو حضرت کے لئے گرانی خاطر مبارک کا موجب
ہوا۔ غرض کہ آپ کے ہر قسم کے آداب پروردگار عالم نے سکھلا دئے ہیں اور وقتاً فوقتاً
جیسی جیسی ضرورت ہوئی تعلیم فرمائی گئی ہے۔ ادنیٰ ادنیٰ گرانی خاطر مبارک بھی پروردگار عالم
کو منظور نہ تھی سبحان اللہ حضرت کی کیا شان و عظمت ہے۔

اس شان و عظمت کو مخالفین سے جو نہ سمجھ سکا اون کے متعلق ارشاد ہوتا ہے کہ
تراهم ینظرون الیک وهم لا یبصرون یعنی وہ لوگ بذریعہ نظر کے معاینہ
کرتے ہیں بذریعہ بصر کے معاینہ نہیں کرتے یعنی چشم سر ان کے کام کرتے ہیں اور چشم
قلب اون کے بند ہیں مولانا روم فرماتے ہیں۔

کافراں دیدند احمد را بشر — چون ندیدند از وے انشق القمر

یعنی کافروں کی نظر میں آپ کاحد الناس معلوم ہوتے تھے اون کو یہ نہ معلوم ہوتا تھا کہ آپ اعجاز شق القمر با لامتیاز رکھتے ہیں۔ بشر، متکلم کے ساتھ یوحی الیّ مذکور ہے تو کیا صفت وحی بالامتیاز بدرجہ اتم نہیں ہے۔ آپ کو ستانے والے موذیوں کے لئے ارشاد ہوتا ہے۔

ان الذین یوذون اللہ ورسولہ لعنھم اللہ فی الدنیا والاخرۃ واعد لھم عذابا مھینا۔

جو لوگ خدا اور رسول کو ستاتے ہیں وہ دنیا و آخرت میں لعنتی ہیں اور اون کے لئے عذاب مہین یعنے رسوا کنندہ تیار ہے۔

یہاں پروردگار عالم نے حضرت کے ایذا دینے والوں کی سزا اپنے کو ایذا دینے والوں کے برابر رکھی ہے اور حضرت کا ذکر اپنے ذکر کے ساتھ ملا کر فرمایا ہے اور موذی کے لئے دنیا و آخرت کی کیسی سخت سزا کا ذکر فرمایا ہے۔

اسی طرح آپ کے احکام کی تعمیل پر سر تسلیم خم کرنے کے متعلق اس طرح ارشاد ہوتا ہے کہ۔

"فلا وربک لا یومنون حتیٰ یحکموک فیما شجر بینھم ثم لا یجدوا فی انفسھم حرجا مما قضیت ویسلموا تسلیما۔

یعنی قسم ہے پروردگار کی کہ ایماندار نہ ہونگے وہ جبتک کہ آپ کو حاکم نہ بنائیں اپنے نزاعات میں اور آپ کے فیصلہ سے اپنے دل میں کسی قسم کی تنگی نہ لائیں اور آپ کے تصفیہ پر بلا کسی تنگی و ناراضی کے سر تسلیم خم کردیں یعنی جس کے خلاف آپ تصفیہ فرمائیں اُس کو بھی چاہئے کہ دل میں تنگی

و نار اضی کا خیال نہ لائے کیونکہ یہ بھی سوءِ ادبی ہے ۔ اور بھی آیات شریف ہیں کہ جن سے یہی مضمون مستنبط ہوتا ہے لیکن اگر ہدایت تعلیم ادب مقصوم ہی ہے تو اس قدر بھی کافی ہے جو بیان ہوا ۔

اب میں خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اور آپ کے صحابہ کا طریقہ ادب مختصراً بیان کرتا ہوں جن کا ذکر احادیث شریف میں مذکور ہے ۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں جیسا کہ کنوز الحقائق مولفہ امام مناوی میں مذکور ہے ۔ ادبنی ربی فاحسن تادیبی یعنی پروردگار عالم نے خود مجھے ادب سکھلایا ہے اور یہ تادیب بطریق احسن فرمائی گئی ہے ۔

سنن ابوداؤد کی روایت ابن عمر سے ہے جس کا مختصر یہ ہے کہ ایک وقت آپ مقام قف میں یہودیوں کے مدرسہ پر تشریف لے گئے اون کی خواہش کے مطابق مسند پر تشریف فرما ہوے پھر ایک شخص نے زنا کا مسئلہ دریافت کیا تو آپ نے توریت طلب فرمایا جب توریت لائی گئی تو آپ نے ادباً مسند سے ہٹکر توریت کو مسند پر رکھکر فرمایا کہ میں تجھ پر اور تیرے نازل کرنے والے پر ایمان لایا ۔ اور پھر توریت سے مسئلہ نکالا گیا ۔

دیکھئے یہ ہے ادب صحف سماوی کا جس کا حضرت نے خود التزام ادب فرمایا ہے اور حضرت جابر سے روایت ہے جو کنز العمال میں درج ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خانہ کعبہ تشریف لے گئے اور وہاں کے بتوں کو سرنگوں فرمایا تو وہاں بتوں کی صف میں چند تصاویر حضرت ابراہیم اور حضرت

اسمٰعیل و حضرت اسحاق علیہم السلام منسوب تھے حضرت ابراہیم سے جو منسوب تھی
اس کے ہاتھ میں تیر بنائی گئی تھی جس سے کفار فال لیا کرتے تھے۔ حضرت نے براہ
عظمت زعفران منگا کر ان تصاویر پر لگا دیا یہ صرف انبیاء کے نام کا احترام تھا ورنہ
آپ کسی چیز سے بھی ان تصاویر کو محو فرما سکتے تھے۔ اور مثل اور بتوں کے ان کے ساتھ بھی
برتاؤ ہو سکتا تھا دار قطنی نے کتاب المجتبیٰ میں روایت کی ہے ابی جہم سے کہ ایک بار حضرت
حاجت بشری سے فارغ ہو کر تشریف لا رہے تھے میں نے سلام عرض کیا آپ نے
جواب نہ دیا پھر آپ نے تیمم فرما کر سلام کا جواب ادا فرمایا چونکہ سلام حق تعالیٰ کا نام
بھی ہے اسلئے آپ نے تامل فرمایا اگرچہ شرعاً ایسا حکم نہیں ہے مگر یہ آپ کے آداب
مخصوصہ ہیں اور احتیاط اولیٰ ہے۔ جیسا کہ حضرت کا عمل رہا ہے۔

اور بروایت ابو ایوب انصاری رضؓ صحاح ستہ کی حدیث ہے کہ حوائج بشری
کے وقت قبلہ کی طرف آپ نے منہ اور پشت کرنے کو منع فرمایا۔

یہ آداب قبلہ ایسے ہیں جن کا ہزار ہا کوس پر بھی عمل کیا جاتا ہے ہر حال ہر قابل
احترام چیز کا ادب لازمی ہے۔ دیکھئے توریت تحریف سے محفوظ نہ تھی اور تصاویر
انبیاء کرام تو فرضی اور باطل تھے مگر صرف ایک نسبت محترم کی وجہ حضرت نے خود
یہ ادب و احترام فرمایا۔

درحقیقت ادب تواضع و انکسار قلبی کا نام ہے جو خود بخود اعضاء و جوارح
سے ظاہری خالص موذین کے ظہور پاتے ہیں چنانچہ بخاری شریف میں بروایت سہل بن سعد
مذکور ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبیلہ بنی عمر بن عوف میں صلح کرانے
کے لئے تشریف لیگئے اور نماز کا وقت ہو جانے سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے

امامت فرمائی اتنے میں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور لوگوں نے دستک کے ذریعہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالی کو اسکی خبر کردی پس حضرت موصوف نے مصلے امامت چھوڑ کر پیچھے ہٹنا شروع کیا اگرچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اشارہ سے ہٹنے سے منع فرمایا مگر آپ پوری طرح ہٹ کر صف میں استادہ ہو گئے یہ آپ کی کیفیت قلبی تھی کہ ایسی حالت نماز میں بھی حضرت کا ادب اس طرح ملحوظ رہا۔

امام احمد حنبلؒ نے تاریخ میں بروایت یزید ابن الاصم نقل کیا ہے کہ حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے صدیق اکبر رضی اللہ تعالی عنہ سے دریافت فرمایا کہ میں بڑا ہوں یا آپ تو جواباً حضرت صدیقؓ نے عرض کیا کہ آپ اکبر و اکرم ہیں اور سن میرا زیادہ ہے۔ ایک وقت ایک اعرابی نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالی عنہ سے پوچھا کہ کیا آپ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ ہیں آپ نے فرمایا حضرت کا میں خالفہ ہوں اگرچہ مادہ دونوں لفظوں کا ایک ہی ہے مگر خالفہ ایک منکسرانہ لفظ ہے جو حضرت کی نسبت کی وجہ آپ نے استعمال کیا۔

سن کے متعلق اور صحابہ نے بھی اسی طرح کے جوابات دئے ہیں چنانچہ دلائل النبوہ میں ہے قباث ابن ہاشم نے عبد الملک ابن مروان کے سوال پر جواب دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بڑے تھے اور میں سن میں زیادہ ہوں اسلئے کہ حضرت کی ولادت شریف عام فیل میں ہے اور مجھے یاد ہے کہ میری والدہ اس ہاتھی کی لید کے پاس مجھے لیکر کھڑی تھی۔

اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالی عنہ کے سوال پر بھی یہی قباث نے اسطرح جواب دیا تھا کہ حضرت اکبر تھے مگر ولادت میری پیشتر ہوئی۔

ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ کسی نے حضرت عباسؓ سے پوچھا کہ آپ اکبر ہیں یا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو آپ نے بھی وہی فرمایا کہ حضرت اکبر ہیں لیکن میں حضرت سے پیشتر پیدا ہوا۔

اتنی اتنی باتوں میں ایسے جلیل القدر صحابہ کا یہ ادب تھا۔

سنن ابی داؤد کی روایت ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار خطبہ میں ارشاد فرمایا کہ چار جانوروں کی قربانی درست نہیں آنکھ پھوٹا ہوا لنگڑا بیمار اور نہایت لاغر جب آپ نے لفظ چار ارشاد فرمایا تو دست مبارک کے انگلیوں کا اشارہ بھی فرمایا براابن عازبؓ نے جب اس واقعہ کو نقل فرمایا تو انگلیوں سے اشارہ نہیں فرمایا اور فرمایا کہ میری انگلیاں حضرت کے انگلیوں سے چھوٹی ہیں .... جن کو حضرت کی مبارک انگلیوں سے کوئی نسبت نہیں ہے۔ یہ کس قدر ادب ہوا کہ انگلیوں کے اشارہ کی مشابہت میں اس قدر احتیاط کی گئی کہ کہیں اس طرح سے مساوات کا شائبہ نہ ہو جائے۔

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ جب سے کہ میں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک میں اپنا سیدھا ہاتھ دیکر بیعت کی ہے تب سے عضو مخصوص کو اپنا یہ ہاتھ نہیں لگایا۔ یہ دیکھئے کیا احتیاط اور ادب کیا احترام قلبی ہے

بخاری شریف کی روایت ہے ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ ایک بار میں راستہ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھکر چھپ گیا اسلئے کہ میں اوسوقت حالت جنابت میں تھا پھر غسل کرکے حاضر خدمت ہوا حضرت نے دریافت فرمایا کہ کہاں تھے

عرض کیا کہ غسل کی ضرورت تھی اس لئے حاضر نہ ہوا تو ارشاد ہوا کہ مسلمان
نجس نہیں ہوتا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جو ارشاد فرمایا وہ مسئلہ
شرعی ہے۔ اور ابوہریرہ رضؓ نے جو عمل کیا وہ طریقۂ ادب تھا۔

اسلم ابن شریک کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی
پر میں کجاوہ باندھا کرتا تھا۔ ایک رات مجھے نہانے کی ضرورت تھی
اور حضرت نے سفر کا ارادہ فرمایا۔ میں نے ادباً کجاوہ نہ باندھا اور مجبوراً
ایک انصاری سے بندھوایا۔ پھر غسل کر کے جب حاضر خدمت ہوا تو
حضرت نے فرمایا کہ آج تمہارے کجاوہ کو متغیر پاتا ہوں۔ تو اسلم نے ماجرا
عرض کیا اسلم کہتے ہیں کہ سفر میں تیمم کا حکم اس کے بعد نازل ہوا۔ یہ تھی
ایمانداری ان مسلمانوں کی جن پر قرون اولے کا عمل تھا۔ جس سے اس
زمانہ آخر کے مسلمانوں کے اعتقاد کو کوئی نسبت ہی نہیں ہے ؎

کار پاکاں را قیاس از خود مگیر گرچہ باشد در نوشتن شیر و شیر

منزہ عن شریک فی محاسنہ فجوهر الحسن فیہ غیر منقسم

مستدرک کی روایت ہے عبد الرحمن بن قرط کہتے ہیں کہ ایک بار
میں مسجد میں گیا دیکھا کہ ایک حلقہ میں لوگ ایسے سر جھکائے بیٹھے ہیں
کہ گویا ان کی گردنوں پر سر ہی نہیں ہے وہ مجلس حدیث شریف کی تھی اور
حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالے عنہ حدیث شریف بیان کرتے تھے۔

مجالس حدیث شریف کے آداب قرون اولے میں اس طرح ہوا کرتے تھے
اس زمانہ میں ایسے اشخاص کو نئے تعلیم یافتہ بیوقوف کہیں گے اور بدمذہب

تو شرک بتلائیں گے حالانکہ اس قدر بعید زمانہ والوں کو قریب زمانہ والوں پر اعتراض کا حق نہیں ہے۔ جس قدر صحیح مواد سنت اور اتباع سنت کا ان لوگوں کو ملا ہے اس زمانہ میں ناممکن ہے۔

شفار قاضی عیاض کی روایت ہے کہ امام مالک فرماتے ہیں کہ میرے استاد ایوب سختانی جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرتے ہیں تو اس قدر روتے کہ مجھے ان کے حال پر رحم آتا۔ مجالس ذکر کا وہ ادب اور ذاکرین و سامعین کی یہ رقت و بے تابی۔ درحقیقت یہی لوگ اس حدیث کے مظہر ہیں کہ لا یومن احدکم حتی اکون احب الیہ من ولدہٖ۔

ابو جعفر منصور خلیفہ وقت نے حضرت امام مالک رضی اللہ تعالےٰ کے ساتھ مسجد نبوی میں کسی مسئلہ میں مباحثہ کیا جس میں خلیفہ کی آواز بلند ہو گئی امام مالک نے کہا کہ اس مسجد میں آواز بلند نہ فرمائیے کیونکہ حق تعالےٰ نے اس بارہ میں تادیب فرمائی ہے۔ امام مالک نے اس مضمون کو بصراحت آیات قرآنی فرمایا یہ سنتے ہی امیر المومنین متادب اور متذلل ہو گئے اس کے بعد امیر المومنین نے پوچھا کہ میں قبلہ کی طرف منہ کر کے دعا کروں یا حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف حضرت امام مالک نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کیوں منہ پھیرتے ہو۔ وہ وسیلہ ہیں بروز قیامت آپ کے اور آپ کے باپ حضرت آدم علیہ السلام کے۔ حضرت کی طرف متوجہ ہو کر شفاعت طلب کیجئے۔ حق تعالےٰ حضرت کی شفاعت اور سفارش

قبول فرمائے گا۔ کیونکہ خود ارشاد خداوندی ہے ولو انهم اذ ظلموا انفسهم جاؤك فاستغفروا الله واستغفر لهم الرسول لوجدوا الله توابا رحیما۔

یعنے گنہگار جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر خدا سے مغفرت طلب کرتے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان گنہگاروں کیلئے دعا مغفرت کرتے ہیں تو حق تعالےٰ ان پر غفران اور رحمت فرماتا ہے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا واسطہ اور شفاعت لازمی ہے اس طرح تمام توجیہ حضرت امام مالک رحمتہ اللہ علیہ نے خلیفہ امیر المومنین سے بیان فرمائی۔

ابی امام بن سہل سے روایت ہے کہ ایک شخص کسی ضرورت سے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا تھا مگر آپ توجہ نہیں فرماتے تھے اس شخص نے یہ واقعہ عثمان بن حنیف سے بیان کیا۔ عثمان بن حنیف نے کہا کہ وضو کرکے دو رکعت نماز مسجد میں ادا کرو اور یہ دعا پڑھو۔

"اللهم انی اسئلك واتوجه الیك بنبیك محمد صلی الله علیه وسلم نبی الرحمة یا محمد انی اتوجه بك الی ربی فیقضی لی حاجتی"۔

پھر اپنا مطلب عرض کرو۔ انھوں نے ایسا ہی کیا۔ اس کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے دربان ہی نے سبقت کرکے استقبال کیا اور حضرت تک پہنچایا۔ حضرت عثمان غنی نے ان کو بکمال اخلاق

قالین پر بٹھایا اور سب حال سن کر فائز المرام فرما دیا۔ اس نے یہ ماجرا عثمان بن حنیف سے بیان کیا انہوں نے کہا کہ یہ اُس دعا کا اثر ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے دعا مانگی گئی ہے بعض ادعیہ میں حضرت کا اسم مبارک بلا کسی لقب کے مذکور ہے چونکہ وہ ادعیہ ماثورہ ہیں اس لئے ان کو اسطرح ادا کرنا ضروری ہے مگر بالعموم حضرت کا اسم مبارک بلا لقب کے لینا جس طرح آپس میں ایک دوسرے کا نام لیتے ہیں منع ہے۔

علماء متاخرین نے تشہد اور درود میں جو نماز میں پڑھا جاتا ہے حضرت کے اسم مبارک کے پہلے سیدنا تعظیماً اضافہ کیا ہے یہی عمل حرمین شریفین کا ہے۔

کنز العمال کی روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت صدیق اکبر اور حضرت بلال رضی اللہ تعالےٰ عنہم کو سیدنا کہا ہے اسطرح کہ سیدنا ابوبکر اعتق سیدنا بلال اسمیں ان دونوں حضرات کی تعظیم مقصود ہے حضرت بلال کی یہ تعظیم محض عشق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ فرمائی گئی ہے۔ مولانا روم یہ مرتبہ عشق و معرفت تحریر فرماتے ہیں سے

مُصطفےٰ را حق بدان وحق ببیں	مُصطفےٰ بُد نورِ رب العالمیں
از ہمہ اوہام و تصویرات دور	نور نور و نور و نور و نور نور
دو مگوے و دو مداں و دو مخواں	بندہ را در خواجہ خود محو داں
چوں جدا بینی زحق ایں خواجہ را	گم کنی ہم متن و ہم دیباچہ را
گرچہ قرآں از لب پیغمبر است	ہر کہ گوید حق نہ گفت او کافر است

جس شخص کا نام لفظ محمدؐ سے رکھا جائے اسکی تعظیم و توقیر کا بھی حکم ہے

چنانچہ کنز العمال میں ابی رافع سے روایت ہے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب تم کسی کا نام محمدؐ رکھو تو اس کو نہ مارو۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب تم کسی لڑکے کا نام محمدؐ رکھو تو اسکی تعظیم کرو۔

ایک شخص کو جن کا نام محمدؐ تھا دوسرا شخص سخت سست کہرہا تھا حضرت عمرؓ نے اس کا نام بدل کر عبد الرحمٰن رکھدیا۔

یہ عمل خلفاء راشدین کا ہے کہ جس کا نام محمدؐ ہوتا اس کا اس طرح ادب کیا جاتا ہے

ہزار بار بشویم دہن زمشک و گلاب　　　ہنوز نام تو گفتن کمال بے ادبی است

حلیہ ابو نعیم کی روایت ہے کہ بنی اسرائیل کا ایک شخص جس نے سو برس معصیت میں گزارے تھے صرف اس وجہ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم مبارک توریت میں جب دیکھتا تو بوسہ دیکر اس کو آنکھوں پر رکھہ لیا کرتا تھا بخشا گیا ہے

چوں نام این است نام آور چہ باشد　　　مکرم تر بود از ہر چہ باشد

محمدٌ سید الکونین و الثقلین　　　والفریقین من عرب ومن عجم

مضمرات کی روایت ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام جنت میں حبیب کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کی ملاقات کے مشتاق ہوئے تو حق تعالیٰ آپ کے جمال مبارک کو ان کے دونوں ابہام کے ناخنوں میں جلوہ گر فرمایا۔ انھوں نے اس کو دیکھ کر بوسہ دیا اور آنکھوں پر ملا۔ پس یہ سنت آپ کی اولاد میں جاری ہوئی

مجیط کی روایت ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ موذن سے اذاں میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک سنکر انگوٹھوں کے ناخن اپنی آنکھوں پر رکھ لئے۔

قوت القلوب کی روایت ہے کہ جب موذن اشھد ان محمد رسول اللہ کہے تو سننے والے کو مستحب ہے کہ صلی اللہ علیک یارسول اللہ کہے اور دوسری دفعہ میں قرۃ عینی بك یارسول اللہ کہکر یہ دعا پڑھے اللھم متعنی بالسمع والبصر۔

تفسیر روح البیان کی روایت ہے کہ جو شخص اس طرح عمل کریگا اس کو آنکھوں کی بیماری نہ ہو گی۔

مضمرات کی روایت ہے کہ جب مسجد مبارک میں حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اذاں کہی اور اشھد ان محمداً رسول اللہ کہا تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو قرۃ عینی بك یارسول اللہ کہکر انگوٹھوں کے ناخن ہر دو آنکھوں پر رکھ لئے بعد فراغت اذان آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابو بکر جو شخص اسطرح عمل کرے گا جیسا کہ تم نے کیا حق تعالےٰ اس کے گناہ بخش دیگا۔

افسوس ہے کہ بد مذہبوں کو کسی قسم کی ہدایت آداب و احترام کے متعلق نصیب نہ ہوئی ان لوگوں نے بے ادبی اور گستاخی کو ہی مذہب بنالیا۔

عبد الوہاب نجدی نے ۱۱۵۰ ہجری میں جب اسکی شہرت ہوئی تو اپنے پیرووں کو لیکر مسلمانوں سے لڑا اور حرمین شریفین پر قبضہ کرلیا اور ہزارہا مسلمانوں کو

شہید اور جلا وطن کر دیا

عبد الوہاب نجدی کے عقاید یہ تھے کہ جو شخص نبی کا توسل کرے وہ کافر ہے ۔ زیارت قبور ناجائز ہے ۔ جو لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت شریف کے لئے جاتے اُن کو طرح طرح سے رسوا کرتا تھا ۔ دلائل الخیرات کی کتابیں جلادیں ۔ ایک بزرگ نابینا کو بعد اذاں مینار پر بہ آواز بلند درود شریف پڑہنے پر قتل کرادیا ۔ مولود شریف پڑہنے کو ممنوع قرار دیا اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم مبارک ساتہ سیدنا کہنے والے کو تو وہ کافر کہتا تھا اور کہتا کہ کبھی اگر قدرت ہوگی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قبۂ مبارک کو ڈھادیگا

صحابہ کی بہت ساری قبریں اس نے کہدوا ڈالیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان مبارک میں سخت و سست الفاظ کہتا تھا اور اس کے متبعین جو سخت و سست کہتے تو سنکر خوش ہوتا ۔ اب بھی بہت سے لوگ اس کے نام لیوا موجود ہیں بسنہ ۱۲۲۷ ہجری میں یہ فرقہ سلطان محمود کے حکم سے حرمین شریفین سے نکالدیا گیا ۔

اس کے واقعات شیخ دحلان مکی رحمتہ اللہ علیہ نے الدار السنیہ میں لکھے ہیں اس فرقہ کی پیشین گوئی احادیث شریف سے بھی ثابت ہوتی ہے

بخاری شریف کی روایت ہے کہ جب حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے شام و یمن کے لئے برکت کی دعا دی تو صحابہ نے عرض کیا کہ نجد کے لئے بھی دعاء برکت فرمائیں ۔ آپ نے فرمایا وہاں زلزلے اور فتنے ہیں اور وہاں شیطان کا سینگ نکلے گا ۔

کنز العمال کی روایت ہے کہ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ایک قوم میری امت سے قرآن پڑھیگی لیکن قرآن شریف اُن کے حلق سے نہ اُترے گا اور یہ لوگ سر منڈوایا کریں گے ۔ اور یہ قوم اہل اسلام کو قتل کریگی عبدالوہاب نجدی نے حرمین شریفین میں بہت کچھ مسلمانوں کے ساتھ جدال و قتال کیا اور مسجد شریف میں بے ادبیاں کیں ۔ یہ لوگ قرآن شریف پڑھتے ہیں ۔ کتب احادیث کے دشمن ۔ صدہا نسخے دلائل الخیرات کے جلا دئے اور یہ بھی حدیث شریف میں مروی ہے کہ یہ لوگ دین سے نکل جائیں گے تو پھر رجوع نہ کریں گے ۔ یہی وجہ ہے کہ کوئی بات ہدایت و اعتقاد و ادب کی اپنا اثر نہیں کرتی ۔ یہہ فرقہ خود کو اہل حدیث کہتا ہے ۔

ان کے خیال میں آئمہ کی تقلید جائز نہیں ان کے خیال میں ہر شخص کو اجتہاد اور احادیث سے استخراج و استنباط مسائل کا حق حاصل ہے اور تنقید احادیث کا ہر شخص مجاز ہے ۔ ہمارے خیال میں ان کی بدراہی و گمراہی کی سب سے بڑی وجہ ان کی یہی خودرائی ہے ان میں نہ قوت اجتہاد ہے نہ قوت استنباط مسائل اور نہ یہ قوت بجز مجتہد کے کسی میں پیدا ہو سکتی ہے ۔ جب کہ صحابہ کرام اور تابعین میں باوجودیکہ اکثر و بیشتر لوگ احادیث سے واقف اور حافظ الحدیث تھے جن کو ہزارہا اور لاکھوں احادیث حفظ تھے مگر تفقہ یعنے احادیث سے مسائل کا نکالنا معدودے چند اشخاص کا کام تھا اور محدثین خود اس کام میں فقہا کے محتاج تھے چنانچہ کنز العمال کی روایت ہے کہ خود حضرت صدیق اکبر کے زمانہ میں حضرت عمر، عثمان، علی کرم

عبد الرحمن ابن عوف معاذ بن جبل ابی بن کعب زید ابن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہم اہل فقہ تھے ان کا کام فتویٰ دینے کا تھا ان حضرات کے بعد بھی ان کے فتاویٰ چلتے رہے۔

اب دیکھئے کہ ایک لاکھ صحابہ میں سے صرف یہ چند حضرات فتویٰ کے لئے منتخب ہوئے اس زمانہ میں جسقدر صحابہ موجود تھے سب کے سب کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے خود احادیث پہنچی تھیں۔ اور سب اہل حدیث تھے۔ مگر کسی نے بھی ان حضرات سے جنکا نام اوپر ذکر کیا گیا ہے انحراف کیا نہ ان کے استخراج مسائل پر اعتراض کرکے خود کو مجاز اجتہاد قرار دیا۔ اس قرن کے آخر میں جب حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ درجۂ اجتہاد کو پہونچے تو تمام محدثین اور شیوخ وقت نے آپ کو اہل الرائے اور امام اور صاحب فقہ تسلیم کیا۔

اصل بات یہ ہے کہ محض حدیث دانی تفقہ کے لئے کافی نہیں فقیہ کو پہلے تو قرآن شریف کے آیات سمجھنے کی پوری لیاقت ہونی چاہئے۔ کیونکہ قرآن شریف کی آیات کے کئی پہلو ہوتے ہیں جن سے مسائل کا استنباط مختلف طریقہ سے ہو سکتا ہے چنانچہ خلق قرآن کا جو گروہ قائل تھا وہ بھی قرآن شریف ہی سے استنباط کرتا تھا۔ اور اس قسم کے بہت سارے مسائل ہیں۔

مفسرین کو یہ دیکھنا پڑتا ہے کہ الفاظ حقیقی معنوں میں مستعمل ہیں یا مجازی اور آیات ناسخ و منسوخ یاد رکھنا پڑتا ہے۔ اسیطرح احادیث میں بھی ناسخ و منسوخ اور الفاظ کے معنی اور مقصود شارع علیہ السلام کو ہر کلام کے سیاق و سباق سے سمجھنا پڑتا ہے چنانچہ خود حدیث میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا کہ خدائے تعالیٰ سرسبز رکھے اس کو جس نے میرے اقوال سنکر اون لوگوں
کو پہنچایا جنہوں نے مجھ سے نہ سنا تھا کیونکہ اکثر راوی غیر فقیہ ہوتے ہیں اور
بعض فقیہ ہوتے ہیں۔ مگر جن کو وہ روایت پہنچاتے ہیں وہ افقہ ہوتے
ہیں۔ اس سے خود ثابت ہے کہ بعض سننے والے افقہ ہوتے ہیں اور یہ
عام طور پر جو کہا جاتا ہے کہ بعض احادیث عقل کے خلاف ہیں بالکل بے وقوفی کی بات
ہے اس لئے کہ احادیث کی صحت یا عدم صحت کا اندازہ ہر شخص اپنی عقل کے لحاظ
سے نہیں کرسکتا اگر ایسا کریگا تو بڑی مشکل ہو جائے گی کیونکہ یہ ظاہر ہے کہ سب کی
عقل یکساں نہیں ہوتی جس قسم کے معلومات ہونگے اس قسم کی عقلیں ہونگی فلسفہ قدیم
و فلسفہ جدید میں بھی اختلاف ہے اطبا اپنے اصول پر ڈاکٹر اپنے اصول پر
اہل سائنس کا خیال ہے کہ مشتری ایک روز میں کروڑہا میل کی سیر کرتا ہے
اور زمین سے آفتاب کا فاصلہ دس کروڑ میل ہے اور روزانہ کی رفتار اس سے بھی
زیادہ اس قسم کی اور بہت ساری چیزیں ہیں جو اہل ہندسہ کے مسلمہ ہیں اور
جو دیگر اشخاص کے لئے خلاف عقل معلوم ہوتے ہیں غرض کہ انسان کی عقل
جس کام پر لگ جاتی ہے اس کے لئے ترقی کا وہی راستہ ہے دوسرا راستہ اوس
کی سمجھ میں نہیں آتا۔ قرآن شریف اور حدیث شریف میں بہت ساری باتیں ایسی
ہیں مثلاً انبیائے سابقین اور امم سابقہ کے حالات اور اصحاب کہف اور
اصحاب فیل کے حالات حشر و نشر کے حالات جو عام طور پر عقل سے باہر ہیں
بہت سارے لوگ تو جنت دوزخ صراط حتیٰ کہ وجود آسمان تک کے قائل
نہیں یہ باتیں اون کی عقل کے خلاف ہیں تو اس کے یہ معنے نہیں کہ معاذ اللہ قرآن

حدیث میں جتنی ایسی باتیں ہیں وہ سب غلط ہیں بلکہ اسکے معنے یہ ہیں کہ ان لوگوں کو یہ چیزیں سمجھنے کی عقل نہیں ہے آخر ایک گروہ وہ بھی تو ہے جو ان سب چیزوں کو مطابق عقل کہتا ہے اور مخالفین کے کتنے بھی دلائل ہوں اُن کے اعتقادات پر اثر نہیں ڈال سکتے جس کے لاکھوں بلکہ کروڑہا متبعین اہل سنت والجماعت اس وقت موجود ہیں خدا اور رسول کے کلام میں جو چیزیں مذکور ہیں اگر کسی کے لئے خلاف عقل بھی ہوں تو دینی حیثیت سے اون کا تسلیم کرنا ہر مسلمان کا فرض ہے اور یہ سمجھنا چاہیئے کہ یہ امور ہماری عقل سے بالاتر ہیں اور رہا یہ سمجھنا کہ راویان احادیث نے مضامین غلط سلط کر دئیے ہونگے صحیح نہیں کیونکہ محدثین نے خود احادیث کی جانچ کر کے صحیح اور غیر صحیح علحدہ علحدہ چن ڈالا اور احادیث کے کئی اقسام راویوں کے حالات وغیرہ کے لحاظ سے کئے گئے۔ اور اس باب میں ایک خاص فن۔ فن رجال کے نام سے موسوم ہے جس میں ان حضرات کے ورع وتقوٰے ومحنت و جانفشانی کے حالات مذکور ہیں۔ حضرت مولوی محمد انوار اللہ خانصاحب المخاطب۔ نواب فضیلت جنگ بہادر مرحوم نے حقیقۃ الفقہ کی دو جلدوں میں یہ سب چیزیں مبسوط تحریر فرمائی ہیں۔ دیکھنے سے معلوم ہو سکتا ہے۔ احادیث کی صحت یا عدم صحت کی تنقیح تطابق عقل کے لحاظ سے نہیں کیجاتی بلکہ محدثین نے صحت یا عدم صحت کا جو معیار مقرر فرمایا ہے وہ اسناد احادیث کے لحاظ سے ہے غرض کہ اب صدہا سال کے بعد کوئی شخص تنقید احادیث کا ارادہ کرے اور اسکو خلاف عقل کہدے کہاں تک مناسب ہے۔

قطع نظر ازیں جب کسی صحیح حدیث کو خلاف عقل کہکر پایۂ اعتبار سے ساقط کر دیا جائے تو اس حدیث کے راویوں پر در پردہ کتنا بڑا حملہ ہوتا ہے اور جب احادیث صحیحہ کے راویوں کے متعلق اس قدر سوء ظنی سے کام لیا جائے تو معاذ اللہ احادیث کی بنیاد ہی کھوکلی ہو جاتی ہے اس لئے ایسے اعتراضات کرنے والے در پردہ اور در حقیقت مذہب کی مخالفت اور مذہب کے انہدام کے درپے ہیں اگرچہ بظاہر یہ اپنے کو مسلمان کہیں۔

یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ احادیث صحیحہ پر اعتراض کر کے معجزات کو باطل ٹھہرانے کی کوشش کرنا اور صحابہ تابعین جو راویان احادیث ہیں انکی بے توقیری کرنا اسمیں ان لوگوں نے کیا مصلحت دینی سوچی ہے۔

بات یہ ہے کہ لوگوں نے جس قدر فرضی احادیث بنا لئے تھے محدثین نے بعد تنقید ان حدیثوں کو موضوع قرار دیا اور جو روایت انکی تحقیق میں موضوع ثابت ہوئی اُس کے الفاظ بلکہ اس کے اسناد تک اسمیں لکھ دئے۔ فن رجال کے کتابیں دیکھنے سے یہ سب معلوم ہو سکتا ہے میزان الاعتدال میں امام ذہبی نے اون لوگوں کا ذکر کیا ہے جن کے متعلق محدثین نے کلام کیا ہے اسمیں بعض اولیاء اللہ کو بھی ضعفاء میں شمار کیا ہے اسی طرح تذکرۃ الخلفاء میں لکھا ہے کہ ایک امام اہلبیت کی روایتوں کو امام بخاری نے کہا کہ وہ قابل احتجاج نہیں بہر حال محدثین نے نہایت احتیاط سے کام لیا ہے اور کوئی بات فرو گذاشت نہیں کی اور متعدد اشخاص کے حالات ہیں جن کے متعلق اس قسم کے خیالات ظاہر کئے گئے ہیں اس کے یہ معنے نہیں کہ یہ لوگ ناقص الاعتبار تھے اس لئے ان کی احادیث

نہیں لئے گئے ہیں یہ لوگ ذی تقدس اولیا ہیں لیکن تنقید و تنقیح احادیث کا جو فن ہے اُسکے لحاظ سے جبتک پوری شرائط نہیں پائے جائیں محدثین تامل کرتے ہیں چنانچہ جریر ابن حازم جو بہت بڑے محدث اور شیخ الشیوخ تھے جب اُن کے حافظہ میں فرق آگیا تو ان کے فرزند خود اُن کو چھوڑ کر تلاش حدیث میں دوسرے اساتذہ کے پاس گئے۔

مولوی محمد عبد الحی مرحوم نے الرفع و التکمیل میں لکھا ہے کہ ابن عیینہ سے پوچھا گیا کہ آپ زاداں سے روایت کیوں نہیں کرتے آپ نے فرمایا کہ وہ باتیں بہت کرتے ہیں۔

غرض کہ محدثین نے انتہائے احتیاط سے کام لیا راویانِ حدیث کے مختلف احوال میں فن رجال مدون کر دیا گیا جس میں ہر ایک راوی کے متعلق جو کچھ محدثین کے خیالات تھے بیان کر دئے تاکہ مشتبہ راویوں سے حدیث لینے میں احتیاط کیجائے بعض محدثین ضعیف راویوں سے روایت کرتے اُنکے نام نہیں بتلاتے تھے ایسے لوگوں کی تحقیق کرکے خاص اُنکے ناموں کی فہرست لکھدی گئی جیسا کہ تدریب الراوی میں امام سیوطی نے لکھا ہے اسی طرح بعض محدثین مستند تھے مگر آخر عمر میں اُن کے حافظہ میں ضعف آگیا اسلئے محدثین نے تحقیق کرکے ایسے اساتذہ کے نام اور اول آخر کے شاگردوں کے نام اور ان کے حالات کی کتابیں لکھدیں غرض کہ کسی مشتبہ بات کو ان حضرات نے تشنہ نہیں چھوڑا

امام ذہبی نے خاص محدثین کے حالات میں ایک کتاب چار جلدوں میں لکھی ہے جس کا نام تذکرۃ الحفاظ ہے۔

جب یہ بات معلوم ہو گئی کہ جتنی حدیثیں موضوع تھیں سب موضوعات کی کتابوں میں داخل کر دی گئیں تو اسکے بعد اگر کوئی شخص کسی حدیث کے متعلق سمجھ میں نہ آنے کا عذر کرے یا کسی حدیث کو خلاف عقل کہکر موضوع کہدے تو یہ انتہا درجہ کی ناانصافی ہو گی غرض کہ جس دل میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت اور حضرت کے ارشادات کی عزت ہو گی وہ کبھی اس قسم کے لیے معنے اعتراضات نہیں کریگا۔

مشکوٰۃ شریف کی روایت ہے کہ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض لوگ تکیہ سے بیٹھے ہوئے قیاس کرتے ہیں کہ اللہ نے صرف انہی چیزوں کو حرام کیا ہے جو قرآن شریف میں مذکور ہیں آگاہ ہو رہو کہ میں نے جو حکم دیا ہے اور جو نصیحت کی ہے اور جس کی امتناع کی ہے! انکی تعداد بھی مثل احکام قرآنی کے ہے یا اس سے بھی زیادہ۔ یعنے خوشحال و فارغ البال لوگ صرف احکام قرآنی سے حلال و حرام کی تمیز کرتے ہیں حالانکہ خود قرآن شریف میں ما اتاکم الرسول فخذوہ وما نھاکم عنہ فانتھوا موجود ہے جس طرح قرآن شریف کے احکام واجب العمل ہیں اسیطرح احادیث شریف کے بھی مسائل قرآنی کی صراحت احادیث ہی سے معلوم ہوتی ہے چنانچہ قرآن شریف میں اسقدر حکم ہے کہ نماز پڑھو اور زکواۃ دو۔ نہ طریقہ صلوۃ کا ذکر ہے نہ زکوۃ کے نصاب کا ذکر ہے اور نہ مسائل متعلقہ کا۔ طریقہ صلواۃ نصاب زکواۃ مسائل متعلقہ کا علم احادیث سے ہوا یہ ظاہر ہے کہ احادیث سے مسئلہ کا استنباط فقہا کا کام ہے۔

تذکرۃ الحفاظ کی روایت ہے کہ حضرت عمر نے ایک بار خطبہ میں فرمایا کہ جس کو فقہ کی کوئی بات پوچھنی ہو وہ معاذ سے پوچھے۔

اور یہ بھی اسی کتاب میں مذکور ہے کہ ابن غنم کو حضرت عمرؓ نے شام میں اس غرض سے بھیجا تھا کہ لوگوں کو فقہ سمجھائیں غرض کہ خلفاء کے زمانہ میں باوجود کثرت سے اہل حدیث ہونے کے بھی فقہ کا کام مخصوص لوگوں سے متعلق رہتا تھا۔

سفیان ثوری وہ شخص ہیں کہ امیر المومنین فی الحدیث سمجھے جاتے تھے عبد اللہ بن مبارک ان کی نسبت کہتے تھے کہ میرے علم میں فن حدیث میں روئے زمین پر کوئی انسے زیادہ نہیں۔

سفیان ثوری خود فقہ میں امام ابو حنیفہ کے قول کے محتاج تھے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ محدثین کو فقہ کی کس قدر ضرورت ہے۔

تہذیب الکمال میں اعمش کا قول نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب میں فن حدیث سے فارغ ہو چکا تو مجھے خیال ہوا کہ اب فتوی دینے کیلئے مسجد میں جا بیٹھوں چنانچہ ایک مسجد میں بیٹھ گیا مگر پہلے ہی سوال کا جواب مجھسے ادا نہ ہو سکا۔

دیکھیئے یہ لوگ کس قدر محتاط تھے باوجود تکمیل فن حدیث بھی اسقدر خوف واحتیاط رہتا تھا حالانکہ بلحاظ معلومات آپ کچھ نہ کچھ جواب دیسکتے مگر مقتضائے احتیاط تھا کہ آپ نے یہ کام نہ کیا اعمش سے چند مسائل کسی مجلس میں پوچھے گئے اپنے امام ابو حنیفہ سے کہا کہ آپ ان مسائل کا جواب ادا کریں امام صاحب نے جواب ادا کیا۔ اعمش نے دلیل طلب کی۔ امام صاحب نے انہیں احادیث سے دلائل بیان کئے جو اعمش سے ان کو پہنچے تھے اعمش کو تعجب ہوا پھر امام صاحب نے مواقع استدلال وطریقہ استخراج بیان کیا جن کو سنکر اعمش خوش ہوئے اور کہہ اٹھے کہ انتم الاطباء ونحن العطارون۔

یہ بات اہل علم جانتے ہیں کہ اجتہاد ایک مشکل کام ہے۔
چنانچہ شاہ ولی اللہ صاحب نے عقد الجید میں لکھا ہے کہ اجتہاد کیلئے بہت سے
علوم کی ضرورت ہے مثلاً علم تفسیر حدیث، اقوال علماء سلف ناسخ و منسوخ
لغت۔ طریقہ استنباط۔ احکام مجمل و مفصل وغیرہ انہیں امور کے مباحث کے لحاظ سے
ایک فن اصول فقہ مدون ہے۔ غرض کہ اجتہاد مسائل ہر شخص کا کام نہیں اسی وجہ سے
تو بکثرت محدثین جن کے احادیث خود صحاح ستہ میں موجود ہیں حضرت امام اعظم
رحمتہ اللہ علیہ کے مداح ہیں جو خلاصہ وغیرہ میں مذکور ہے اور بکثرت اکابر محدثین
امام صاحب کے حلقہ میں بیٹھے رہتے تھے اور اپنا سرمایہ حدیث پیش کرکے امام صاحب
کی تقریر اور طریقہ اجتہاد میں غور کرتے جاتے تھے کہ جن احادیث میں تعارض ہوتا ہے
وہ کس طرح رفع ہو سکتا ہے اور محض احادیث کے ظاہری معنوں سے عدول کن
ضرورتوں سے کیا جاتا ہے۔ نیز بکثرت اکابر محدثین امام صاحب کے شاگرد
ہیں جن کے احادیث صحاح ستہ اور دیگر کتب حدیث میں موجود ہیں۔ البتہ
محدثین کا کام حفاظت احادیث کا تھا۔ جس کو انہوں نے نہایت دیانتداری
اور محنت و جفاکشی سے انجام دیا جسکی وجہ سے دین کامل ہم تک پہنچا جسطرح
ایک گروہ نے قرآن شریف کو زبانی یاد کر لیا۔ اسطرح محدثین نے احادیث
کو زبانی یاد کرکے محفوظ کر دیا۔ اسی وجہ انہیں موضوعات کا دخل نہ ہونے
پایا چنانچہ حضرت امام احمد رحمتہ اللہ علیہ کو سات لاکھ احادیث یاد تھیں اور حضرت
امام بخاری کو ایک لاکھ احادیث یاد تھیں۔ اسی لئے بخاری شریف کو
اصح الکتاب بعد کتاب اللہ البخاری کہتے ہیں۔

مولانا شاہ ولی اللہ صاحب نے عقد الجید میں لکھا ہے کہ تقلید مذاہب اربعہ میں مصلحت عظیمہ ہے اور اس کے انکار میں فساد عظیم ہے۔ بظاہر ایک مصلحت یہ تو ظاہر و باہر ہے کہ جملہ مقلدین سواد اعظم کے متبع ہیں ورنہ ہر مولوی مسائل فقہ بیان کر کے اپنا اپنا علیحدہ گروہ بنا لیتا اور اس طرح صد ہا گروہ بن جاتے مولانا موصوف نے دوسری جگہ اسی کتاب میں تحریر فرمایا ہے کہ مذاہب اربعہ کی اتباع سواد اعظم ہے اور ان سے خارج ہونا سواد اعظم سے خارج ہونا ہے۔

الانصاف میں لکھا ہے کہ امام غزالی اور بعض علماء کا قول ہے کہ مقلد اگرچہ عالم متبحر ہو مگر اس کو جائز نہیں کہ کسی مسئلہ میں اپنے امام کے قول کو چھوڑ کر دوسرے امام کی تقلید کرے۔ کیونکہ اس میں اپنے امام کی قوت اجتہادی کے متعلق نقص اعتقاد کی صورت پیدا ہوتی ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ ائمہ کی تقلید اس لئے نہیں کیجاتی کہ ائمہ عابد و زاہد یا بڑے متقی یا ولی تھے بلکہ ان کی تقلید تفقہ اور قوت اجتہادی کی وجہ ہے کہ خود ان کے زمانہ کے بڑے بڑے علماء اور محدثین نے بھی ان کی تقلید اختیار کی اور قیامت تک اس تقلید کا سلسلہ جاری رہیگا۔

ائمہ کو یہ بہت آسان تھا کہ وہ لوگوں کو احادیث پر عمل کرنے کی ہدایت دیدیتے مگر ان کی دینداری اور دیانتداری کا مقتضا تھا کہ اس قدر اہم اور عظیم الشان کام کو اپنے ذمہ لیا۔ یہ ظاہر ہے کہ ان لوگوں نے کسی کو تقلید کی دعوت نہیں دی اور نہ کوئی ایسے طریقے پیدا کئے جن سے لوگ انکے مقلد بن جائیں بلکہ جب ان کی قوت اجتہادی کا ڈنکہ بجا لوگ خود بخود مقلد بن گئے اور تقلید پر خود علماء کا اجتہاد ہو گیا۔ اب اس کے خلاف نہیں ہو سکتا۔

درمختار میں لکھا ہے کہ بہت سارے اولیاء کرام مقلد ہیں جنہوں نے حضرت امام صاحب کی تقلید کی جن میں سے چند حضرات کے اسماء گرامی یہ ہیں۔

ابراہیم ادہم	شفیق بلخی
معروف کرخی	بایزید بسطامی
فضیل بن عیاض	داود طائی
احمد بن خضرویہ	ابوبکر وراق وغیرہم

شامی نے وغیرہم کی شرح میں لکھا ہے کہ جیسے حاتم اصم۔ محمد شاذلی قدست اسرارہم۔

حدائق الحنفیہ میں اور بہت سارے اولیاء اللہ کے نام لکھے ہیں جو امام صاحب کے مقلد ہیں۔ منجملہ ان کے چند حضرات کے اسماء شریف یہ ہیں۔

حضرت داتا گنج بخش۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتی۔ حضرت نظام الدین اولیاء محبوب الہی۔ خواجہ محمد پارسا۔ مجدد الف ثانی۔ ملا قطب الدین سہالوی۔ شاہ کلیم اللہ جہاں آبادی قدست اسرارہم۔

باوجود ان تمام باتوں کے بھی اگر کوئی شخص گستاخ اور بے ادب رہے اور خود کو مجتہد سمجھے تو اس کی بدنصیبی ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ جس کو خدا گمراہ کرتا ہے اس کو کوئی ہدایت نہیں کر سکتا ومن یضلله فلا هادی له۔ مگر خدا کے فضل سے پکے اہل سنت والجماعت کو کسی فرقہ باطلہ کے بہکانے کا اثر نہیں ہوتا من یهدی الله فلا مضل له اور بفضلہ اہل سنت والجماعت پکے مقلد اور عاشق حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت کی بارگاہ میں

انتہا درجہ کے متذلل و متادب ہیں۔ جن کا اعتقاد یہ ہے کہ۔

نسبت خود بہ سگت کردم و بس منفعلم ۔ زانکہ نسبت بہ سگِ کوئے تو شد بے ادبی

ان اٰت ذنبًا فما عہدی بمنتقضٍ ۔ من النبیّ ولا حبلی بمنصرمٖ

الحمد للّٰہ کہ آج کے متبرک دن جس کی رات شب برات ہے اور جس کو اللہ پاک نے لیلۃ مبارکۃ کے مبارک لقب سے یاد فرمایا ہے اور جسکی ہزارہا برکتیں احادیث شریف میں وارد ہیں۔ کتاب ہٰذا اختتام کو پہونچی۔ حق تعالےٰ قبول و باتاثیر فرمائے۔ فقط مرقوم ۱۴ شعبان المعظم ۱۳۲۹ ھ

عاصیٔ پُر معاصی

درویش محی الدین عفی عنہ

غزل نعتیہ

جان و دلم فدائے تو شاہِ حجازِ ما ۔ نازو نیاز ماست بران بے نیازِ ما

در راہ طیبہ سر بسجود م بہر قدم ۔ زانرو کہ خاک پائے تو شد جانمازِ ما

اے مظہر جمیع کمال و صفاتِ حق ۔ وے برزخ حدوث و قدم چارہ سازِ ما

روزے تفقدے بکن و سوئے ما خرام ۔ از لب شکر فشاں و بفرما ایازِ ما

بر منصب ظہور توئی نور اولیں ۔ عالم ہمہ ز نور تو بندہ نوازِ ما

میرم اگر بنام تو چیز است زندگی ۔ ورنہ چہ سود می دہد عمر درازِ ما

درویش را چہ باک بد نیا و آخرت ۔ آں بے نیاز ہمت خرید از نیازِ ما

دیگر

ہو جسم کی آپکے ثنا کیا کہ روح سے بھی لطیف تر ہے
ہے آپکی روح روحِ ارواح جملہ عالم میں جلوہ گر ہے

ملک فلک مہر و ماہ تارے ہیں جن و انس آپ ہی سے سارے
ہے بحر و بر آپ سے ہویدا اور آپ ہی سے شجر حجر ہے

بنائے کعبہ کو آپ کیسے ہے عرش اعظم پہ آپ کی جا
حق آپ کا ہے سب بجا ہے خدا کا گھر آپ ہی کا گھر ہے

ہے نور ہی نور حق سراپا جبھی تو سایہ سے ہے مبرا
بشر سے کیا آپ کو علاقہ گر اک مصلحت بشر ہے

فلک پہ روح الامین بھی ہمرہ مہر و ماہ میں بھی گیا
سب اولین آخرین بھی ہیں یہ سب کا آپ ہی سے گزر ہے

بروزِ محشر تمام عالم سب انبیا کیا باپ آدم
کہینگے ختم الرسل ہمارا شفیع محشر ہے راہبر ہے

نہیں ہے کچھ شے کہ نذر دوں میں حقیر درویش بلکہ تو نہیں
قبول گر ہو تو یوں کہوں میں یہ نذر حاضر دل و جگر ہے

دیگر

آج یاد آئی ہے کس کی کیوں اٹھا درد جگر
لب پہ ہے کیوں آہ جاری ہے کیوں چشم تر

بے قراری ہے بہت قلب و جگر بیتاب ہے
یا نبی بس تھام لیجے اب بنی ہے جان پر

لطف و رحمت کیجئے اور لیجئے میری خبر
بار عصیاں کا بہت بھاری ہے میرے دوش پر

دونوں عالم میں سہارا آپ ہی کا ہے مجھے
حشر میں ہے ہاتھ میرا آپ کے دامان پر

نامۂ اعمال میرا ہے سیہ کاری سے پُر
مامن و ملجا گنہگاروں کا حضرت کا ہے در

تھی گذرنی جیسی گذری اور جو ہوتا تھا ہوا
خاتمہ ایمان پر ہو جائے یا خیر البشر

یا رسول اللہ تصدق حضرت حسنینؓ کا
کیجئے درویش پر اک بار رحمت کی نظر